ریشِ ستم کیش

ڈاکٹر ترنم ریاض

C-11، جنگپورہ ایکسٹینشن، نئی دہلی۔110014

درگا راؤ کا قد درمیانہ سے ذرا لمبا، چہرہ نیم کتابی، آنکھیں کچھ غلافی، ناک قدرے گول اور ٹھوڑی مبہم سی تھی۔ وہ خوش لباس اور خوش مزاج تھے اور اپنی قابلیت کے سبب آرٹ کالج کے مقبول ترین استاد بھی۔ مخلوط تعلیمی اداروں میں اکثر اساتذہ کے ساتھ کوئی نہ کوئی کہانی وابستہ ہو جاتی، مگر درگا راؤ کے ساتھ کبھی کوئی خبر منسلک نہ ہوئی تھی۔ یہاں تک کہ گھر والوں نے ان کی شادی ایک قبول صورت خاتون کے ساتھ کر دی۔ درگا راؤ کے روز و شب میں کوئی تبدیلی نہ آئی۔ وہ پہلے کی طرح منضبط انداز میں کالج جاتے، نئے نئے معرکے سر کرتے، اپنا کام لگن سے کرتے رہے۔

درگا راؤ کی بیوی کی بس ایک ہی مانگ تھی کہ وہ داڑھی رکھ لیں، مگر درگا راؤ کہتے کہ پہلے وہ اگر ان کی زندگی میں آئی ہوتی تو بات الگ تھی۔ اب ان کے جوان نظر آنے والے چہرے پر سفید بال، سیاہ سے زیادہ اگتے ہیں اور داڑھی ان پر اچھی نہیں لگے گی، مگر سری لتا کا جواب تھا کہ وہ اور باوقار نظر آئیں گے کہ کالج میں لڑکوں کے ساتھ لڑکیاں بھی ہیں اور ان کا باوقار نظر آنا جوان نظر آنے سے زیادہ ضروری ہے۔ دراصل سری لتا کی شادی عمر کے کچھ حسین برس نکل جانے کے بعد ہوئی تھی۔ اس کے اندرون میں کہیں خوف سا چھایا رہتا کہ وہ کہیں درگا راؤ کو کھو نہ دے۔ اس کا یقین تھا کہ اگر وہ داڑھی رکھ لیں تو کالج کی لڑکیوں کا ان میں دلچسپی لینے کا خدشہ دور ہو جائے گا۔

''میرا رنگ گندمی ہے.... داڑھی کچھ سفید کچھ سیاہ ہو گی.... تم میرے چہرے کو تین رنگوں میں کیوں تقسیم کرنا چاہتی ہو....!''

انھوں نے الجھ کر کہا تھا۔

''مجھے داڑھی بہت پسند ہے.... پچھلے ویک اینڈ پر تین دنوں کی داڑھی آپ کے چہرے پر کتنی اچھی لگتی تھی....''

سری لتا مسکرا کر بولی اور تصور میں درگا راؤ کے ذرا ذرا سی داڑھی اُگے چہرے کو دیکھ کر سوچنے لگی کہ سفید کرتے اور سانولے چہرے پر دو رنگی داڑھی سے درگا راؤ سچ مچ ہی تین رنگ کے نظر آتے تھے۔ خود سری لتا کو سرے سے داڑھی پسند ہی نہیں تھی، مگر اس نے چہرے پر مسکراہٹ قائم رہنے دی۔ وہ درگا راؤ کی طرف سے تحفظ والے معاملے میں کوئی سمجھوتہ نہیں کرنا چاہتی تھی۔

''مگر ابھی نہیں.... ابھی تو مجھے روز جانا ہے....''

درگا راؤ کچھ سوچتے سے بولے:

''تو کوئی بات نہیں، جب چھٹیاں ہو جائیں گی تب رکھ لیجئے....''

ٹھیک ہے.... اگر تمہاری یہی مرضی ہے تو....''

درگا راؤ نے سر کاندھے کی طرف خم کیا۔ سری لتا کے دل میں مسرت کا چشمہ سا اُبلا۔ سرخ کنارے کی زرد کنچی پُرم ریشم کی ساڑی میں وہ کتنی اچھی لگتی ہے اور درگا راؤ کو جب کوئی اور لڑکی دیکھے گی ہی نہیں تو وہ بس اسے ہی نہارا کریں گے۔ گو کہ وہ اب بھی کسی کو نہیں دیکھتے تھے، مگر پھر بھی۔ کالج کے لیے نکلنے کی تیاری میں آئینے کے سامنے کھڑے درگا راؤ اپنی قمیص کے بٹن بند کر رہے تھے۔ سری لتا نے ان کے بالوں کو ہاتھ سے ذرا سنوارا اور کھلکھلا کر ہنس دی۔

اسٹاف میں کچھ اور ارکان تھے جن کی دوستی سالوں سے ایک دوسرے کی کہلوایا کرتی کہ یہ وفاداریاں کبھی کبھی بدلتیں اور پھر لوٹ آتیں۔ کچھ بیاہتا ساتھی زندگی سے راضی اور کام میں اچھے تھے۔ کچھ ویسے ہی خوش نظر آتے۔ فنکارانہ اذہان اپنے احساسات سے مطمئن اور ایک دوسرے کے جذبات کے تئیں حساس واقع ہوئے تھے کہ کالج فنونِ لطیفہ کا تھا اور طلبا اور اساتذہ عام طور پر عام طرح کی تخریب کاریوں سے خاصے دور تھے۔ دوستوں اور سہیلیوں کے جھرمٹ، گویا فن سوچتے، فن اوڑھتے اور فن کی باتیں کرتے پُرمسرت گھومتے نظر آتے۔

آرٹ کالج، جنگل کو درمیان سے کاٹ چھانٹ کر بنوایا گیا تھا۔ کاٹ کر اس لیے کہ پہاڑیوں کو تراشنا پڑا تھا، مگر کم اونچے ٹیلے وہیں قائم تھے اور چھانٹ کر اس لیے کہ بہت سے جنگلی درختوں اور کیاریوں کو چھیڑا نہیں گیا تھا، صرف کچھ کو ضرورتاً الگ کرنا پڑا تھا۔ صحتمند ماحول سے خوش طلبا تتلیوں کے جوڑوں کی طرح ساتھ ساتھ آتے جاتے اور بیلوں سے ڈھکے اونچے درختوں والے موٹریبل لمبے راستوں اور پھولوں کی انگنت کیاریوں کے گرد دور دور تک پھیلی گھاس کو مسکرانے پر مجبور کر دیتے۔ یہ دیکھ کر آسمان کرنوں کا قہقہہ بکھیر دیتا اور زمین میں خوشبوئیں بیدار ہو جاتیں۔ صحت مند عمر کے انسان فن کی دنیا میں کچھ کرنے کی لگن لیے اپنے چھوٹے چھوٹے مسئلوں اور معاملوں کو سمیٹے ہلکے ابھرے ٹیلوں والے کنکریٹ راستوں سے گزرتے تو اطراف کے حسن کا اثر ان کی چال میں سکون سا پیدا کر دیتا۔

آرٹ کالج کی صبح کچھ ایسی ہی ہوا کرتی۔

داخلی پھاٹک کے بہت آگے، داہنی جانب کئی درختوں سے گھرا، گیراج کا لمبا سلسلہ تھا۔ اس کے بعد پھر موٹر سائیکلوں اور سائیکلوں کے لیے شامیانے کی سی محرابیں لیے لکڑی کی چھت سے ڈھکا احاطہ تھا۔ چھت کے اوپر مختلف موسموں میں جنگلی درختوں سے پھل، ٹیسو سے پھول اور نیم سے نمولیاں دھیمی دھیمی صداؤں سے گرتیں تو خاموش فضا میں نغمہ سا چھڑ جاتا۔ اطراف میں چڑیاں دن بھر چہکتی رہتیں۔ مور، ایک درخت سے خاصی دوری پر واقع دوسرے درخت کی جانب لمبی اڑانیں بھرتے نظر آتے تو یوں لگتا جیسے اوپر سے خاموشی کے ساتھ چھوٹا سا ہوائی جہاز گزر رہا ہو۔ اکثر ہی مور راستہ پار کر کے سانپوں کی تلاش میں، مع اہل وعیال جنگل کی طرف جاتے ملتے۔ بارشوں میں کسی وقت کوئی بلند قامت وجیہ طاؤس پکے راستے کے عین درمیان رقص کرتا اور مورنیاں متذبذب سی بھاگا کرتیں تو انسانوں کو ایسا محسوس ہوتا جیسے دنیا میں کسی نے نیوکلیائی تجربہ کیا ہی نہ ہو۔

چھٹیوں کے بعد کی پہلی صبح جب درگا راؤ گاڑی پارک کرنے کے بعد عمارت میں داخل ہوئے تو خاصے محتاط انداز میں ادرگرد نظر دوڑائی کہ راستے بھر گردن اچکا اچکا کر ریئر ویو مرر کو چہرے کے مرکز پر لا لا کر اپنا چہرہ دیکھتے آئے تھے۔ گیراج سے نکلتے ہی انھیں ان کی غیر حاضری میں منتخب ہونے والی ایک نئی ٹیچر اپنی ہرے رنگ کی اسکوٹی پارک کر کے اسٹاف روم کو جانے والے راستے کی طرف بڑھتی نظر آئی۔ اس نے انجن کی بند ہوتی آواز سن کر گردن گیراج کی طرف موڑی تو درگا راؤ نظر آئے۔ کچھ آگے بڑھ کر اس نے پلٹ کر پھر دیکھا تھا۔

درگاہ راؤ پارکنگ سے نکل رہے تھے۔ انھوں نے اپنی قمیص کی جیب سے کاغذی رومال میں لپٹا زرد گیندے کا ایک تازہ پھول نکال کر دونوں ہاتھوں میں لے لیا اور تیز تیز قدم اٹھاتے راہداری کی جانب بڑھے۔ داخلی دروازے کے داہنی طرف دیوی سرستی کنول کے پھول کی اپنی نشست پر براجے، ہاتھوں میں وینا سنبھالے مسکاتی تھیں۔ درگا راؤ نے پھول دیوی کے چرنوں میں رکھ دیا اور پرنام کر کے آنکھیں کھولیں تو آگے چلتی اسکوٹی والی خاتون نے انھیں پھر پلٹ کر دیکھا۔ درگا راؤ کچھ بے چین سے ہوئے تھے، مگر پھر اپنی رفتار سے اسٹاف روم کی طرف بڑھے۔ اندر داخل ہوتے ہی مرد ساتھیوں کی قطار میں سب کے ساتھ علیک سلیک ہوئی۔ کسی نے ان کے نئے حلیے کے بارے میں کوئی تبصرہ نہیں کیا، بلکہ شاید اس طرف دھیان ہی نہیں دیا۔ درگا راؤ اس خیال سے مطمئن ہوا ہی چاہتے تھے کہ حاضری کے رجسٹر والی میز کی طرف بڑھتے ہوئے خاتون اساتذہ کو اپنی طرف دیکھتے کچھ سرگوشیاں سی کرتے ہوئے پایا۔ ہلکی سی وبھوتی لگی، ان کی عام طور پر شفاف پیشانی پر پسینے کی نمی چمکنے لگی۔ انھوں نے قمیص کی جیب سے قلم اور پتلون کی جیب سے رومال نکال کر ایک بار پھر خواتین کی جانب جھینپی سی نظر ڈالی۔ ذرا آگے کچھ کرسیاں خالی تھیں۔ وہاں کچھ اور اسٹاف ممبرس کے علاوہ نئی استانی بھی بیٹھی تھی۔ اس کی اٹھی ہوئی سلونی گردن کے اوپر موتی سے دانتوں والا چھوٹا سا دہانہ کچھ حیرت سے وا نظر آیا۔ وہ انہی کی طرف دیکھ رہی تھی۔ درگا راؤ کو موتی وتی والے معاملات سے کوئی دلچسپی نہیں تھی، مگر وہ انھیں کیوں دیکھ رہی تھی، اس خیال پر وہ کچھ جھنجھلائے، لیکن اسٹاف روم میں جھنجھلانے کی کوئی تاریخ نہیں تھی، اس لیے وہ خاموشی سے مگر نسبتاً تیزی سے حاضری کے رجسٹر کی طرف بڑھے۔ ادھر خواتین کا ایک قدرے کم عمر جھرمٹ تھا جن کی آپس میں دوستی رہا کرتی۔ وہ ہنستی ہوئی درگا راؤ کو کچھ حیرت سے دیکھتیں، دھیمے دھیمے باتیں کر رہی تھیں۔

درگا راؤ ان سنی سی کر کے رجسٹر کی طرف لپکے اور دل کے قریب والی جیب سے قلم نکالنے کے لیے ہاتھ اوپر اٹھایا، مگر قلم ان کے ہاتھ میں ہی تھا اور وہ فوراً جھک کر لکھنے لگے۔ انھوں نے ایک بار پھر کھسیا کر کرسیوں کی طرف دیکھا اور بڑی شدت سے سوچا کہ کالج سے جاتے ہی سری لتا سے پوچھے بغیر اپنا حلیہ درست کروائیں گے۔ پھر چشمہ اتار کر جیب میں رکھا۔ وہ پلٹے ہی تھے کہ کانوں میں چلبلی سی بلبل دیوان کی سرگوشی بھری آواز ابھری....

''درگا راؤ، تم....اب تک....کہاں تھے....؟''

اس پر ایک برجستہ مگر دبا دبا سا قہقہہ پڑا۔ درگا راؤ پسینہ پسینہ ہو گئے اور جلدی سے اس طرف بڑھے جہاں اسٹاف کے دوسرے مرد وعورت بیٹھے تھے۔ کچھ کرسیاں خالی تھیں۔ نئی استانی اپنے موبائل فون پر کچھ دیکھ رہی تھی، مگر اسے معلوم تھا کہ درگا راؤ اسی طرف آ رہے تھے۔ درگا راؤ نے اسے کنکھیوں سے اپنی جانب دیکھتے ہوئے دیکھ لیا تھا۔ انھیں سری لتا پر غصہ آنے لگا۔ مذاق بنا دیا ہے اس نے میرا۔ انھوں نے دفعتاً طے کیا کہ وہ گھر جائیں گے ہی نہیں۔ پہلے سیدھا حجامت کروائیں گے، اس کے بعد کسی ریستوران میں اکیلے کولڈ کافی پئیں گے۔ پھر ایک گھنٹے تک ٹہلیں گے۔ اس کے بعد پھر کسی دوسرے ریستوران میں پنیر ڈوسہ کھا کر، گرم گرم کافی پینے کے بعد بھی مسلسل آتی ہوئی سری لتا کی کالز کا جواب نہیں دیں گے، بلکہ اسے خوب پریشان کرنے کے بعد ہی گھر کی طرف روانہ ہوں گے۔ انھوں نے دانت بھینچے، مگر اگلے ہی لمحے چہرے پر چھانے والا تناؤ غائب ہو گیا کہ انھوں نے تصور میں اپنے تازہ تازہ حجامت شدہ چہرے کی چکنی کھال کو انگلیوں کے پوروں سے سہلایا تھا۔ وہ اس خیال سے محظوظ ہوا ہی چاہتے تھے کہ ایک شیریں سی نسوانی آواز ان کی سماعت کو چھو گئی،

"Hi, myself Sur Manee.. Jharkhand.. I joined in your absence."

وہ مسکرائی۔ درگا راؤ نے گردن موڑ کر دیکھا۔ کچھ حیران سی آنکھوں کے نیچے نیم وا دہانے سے جھانکتے سامنے کے دو دانت بھی مسکراتے ہوئے معلوم ہوئے۔

"Durga Rao.."

"Yeah I know.. have seen the photographs of your felicitations in Principal's office"

" Oh.. thanks .."

"The building.. the lawns.. the interiors... and this beautiful ambience.. and.. and the credit goes to you.. they say you are a very fine designer."

درگا راؤ مسکرائے اور سُرمنی کے شفاف سے چہرے کے تاثرات کو پڑھنے کی کوشش کرنے لگے کہ آیا وہ ان کی داڑھی کے بارے میں کچھ کہنے والی ہے؟

"Aaw.. thanks.. but I think it's because it was founded by a women."

درگا راؤ کو سرمنی کے چہرے پر سچائی نظر آئی تو انھوں نے مسکراتے ہوئے کہا:

"But men hardly acknowledge that.."

وہ ہنسی اور درگا راؤ بھی ہنس دیے۔

درگا راؤ کبھی کسی سے زیادہ باتیں نہیں کرتے تھے، مگر سرمنی سے شاید انھوں نے اس لیے اتنی باتیں کیں کہ وہ اپنی داڑھی والی نئی شکل پر باقی ٹیچرس کے ردعمل کے لیے متفکر تھے اور چلبلی بلبل دیوان اپنے ساتھیوں کے ساتھ شاید ان کا مذاق بھی اڑا چکی تھی۔ اس کے جملے اور ان سب کی ہنسی نے کم از کم یہ تو ثابت کر ہی دیا تھا....اور مردوں والی قطار میں کوئی کرسی خالی بھی نہ تھی۔ وہ سُرمنی کے ساتھ والی کرسی پر آبیٹھے تھے۔ وہ یہ بھی ظاہر کرنا چاہتے تھے کہ بلبل اور اس کی ساتھیوں کے ردعمل سے انہیں کوئی فرق نہیں پڑتا۔ سُرمنی کا گلِ جانفل سا متماثل چہرہ، کالی کالی پتلیوں والی کچھ بے قرار سی آنکھیں ان کے چہرے پر بکھرتی سی معلوم ہوتیں۔

درگا راؤ سوچ میں کھو سے جاتے۔

میں اتنے غور سے سُرمنی کو کیوں دیکھ رہا ہوں....اتنا وقت تو میرے پاس کبھی نہ تھا.... بوکھلا گیا ہوں میں کیا... بلبل دیوان...تمہارا چلبلا پن...کسی دن تمہیں ہی لے ڈوبے گا....کسی کو کبھی اگر تمھاری ان الٹی سیدھی حرکتوں پر غصہ آ گیا نا تو خوب ڈانٹ کھاؤ گی....نروس کر کے رکھ دیا مجھے....

درگا راؤ نے سر ہلکے سے جھٹکا۔

خیر جو بھی ہے انھیں اسٹاف روم سے نکلنا چاہیے....مگر وہ کیوں نکلیں سب سے پہلے....عجیب لگے گا.... پہلے وقت تو ہو جائے کلاسز میں جانے کا....

درگا راؤ نے خود کو سمجھایا۔

کلاسز کا وقت ہوا تو درگا راؤ اٹھنے ہی والے تھے کہ ٹھہر گئے۔ سب سے آخر میں نکلیں گے۔ انھوں نے سوچا اور سر جھکا کے بیگ سے کچھ کاغذ نکالنے لگے، انھوں نے دروازے کی طرف نظر ڈالی۔ بلبل دیوان نے باہر نکلنے سے پہلے کتابوں کی الماری کے دروازے میں لگے شیشہ نما آئینے میں خود کو ایک نظر دیکھنے کے بعد درگا راؤ کی طرف دیکھا۔ درگا راؤ نے جھنجھلا کر سر جھٹکا ہی تھا کہ اسے خیال آیا کہ اس وقت بلبل دیوان کے چہرے پر شرارت جیسی کوئی چیز نہ تھی۔ انھوں نے بیگ سمیٹا اور اٹھ کھڑے ہوئے۔ باہر نکلنے سے پہلے انھوں نے بھی آئینے میں خود کو دیکھا۔ پہلے انھوں نے کبھی ایسا نہیں کیا تھا۔ سُرمنی اپنا چشمہ بھول گئی تھی۔ وہ اندر داخل ہوئی تو درگا راؤ داڑھی پر ہاتھ پھیر رہے تھے۔

"Forgot my specs."

وہ جلدی سے بولی اور میز کی جانب بڑھی۔ درگا راؤ نے ذرا سا سٹپٹا کر اسے دیکھا اور باہر نکل گئے مگر پھر پلٹ کر اندر آئے۔

"Found them?"

"Oh yeah, thanks!"

وہ مسکرائی اور درگا راؤ اسٹاف روم سے باہر نکل گئے۔

دیر سے کالج پہنچنے والی لڑکیوں کی ایک چھوٹی سی تعداد کو اسی لمحے داخلی پھاٹک کے پاس دھوپ میں کھڑا رہنے کے بعد اندر آنے کی اجازت ملی تھی۔ لڑکے ابھی وہیں تھے۔ لڑکیوں نے جب اسٹاف روم سے درگا راؤ کو نکلتے دیکھا تو ذرا ٹھٹھک کر دیکھنے لگیں۔

’’گڈ مارننگ سر....‘‘

کسی نے کہا اور سب ان کے لیے راستہ چھوڑتی ایک طرف ہو گئیں۔

’’مارننگ....‘‘

وہ آگے چلنے لگے، مگر ہمیشہ کی طرح ان کی چال تیز نہیں تھی۔ وہ کچھ آہستگی سے چل رہے تھے۔

لڑکیاں ان کے پیچھے پیچھے آ رہی تھیں۔

"O my God..!!!"

ایک لڑکی کی حیرتوں بھری آواز آئی،

"Is it Rao Sir...?"

ایک اور آواز ابھری۔

درگا راؤ کو کام کے علاوہ کبھی کچھ سوچنے کا شوق نہ رہا تھا، مگر اس وقت ان کے کان لڑکیوں کی باتوں پر لگ گئے۔ اپنے نئے حلیے کے سلسلے میں اسٹوڈنٹس کے متوقع ردِعمل کو انھوں نے اہمیت ہی نہیں دی تھی۔ انھیں تو عملہ کا ہی خوف کھا رہا تھا۔

" Yeah but.. he looks stunning yar!"

ایک اور آواز سنی گئی۔

"Hearthrob.. I love you Rao Sir!"

ایک نئی ہنستی ہوئی آواز سنائی آئی۔

’’مجھے روز دھوپ میں کھڑا رہنا منظور ہے....سر کی ایک جھلک دیکھنے کے لیے...‘‘

کسی اور نے سرگوشی سی کی اور دبا دبا قہقہہ گونجا۔
'داڑھی اتنی بھی اچھی لگ سکتی ہے؟''

"He looks too good."

"It's because he is our best teacher and we all love him."

"It's not that only bhaai.."

''ہم تو آج سے سر سے دوسرا والا لو کرنے لگے ہیں۔''
سبھی لڑکیاں آواز دبا کر پھر ہنسیں۔
'سر کو پتہ ہی نہیں کہ ہی از سو گڈ لکنگ....''
''ٹو ڈے نا....؟''

"He has always been.. been graceful.. but this beard... oh.. hey handsome.!!"

ایک لڑکی دھیمی دھیمی روٹھی سی آواز میں گویا پکار اٹھی تو ایک اور قہقہہ گونجا اور دب گیا۔ درگا راؤ حیرت سے ان کی باتیں سنتے اور ان پر یقین نہ کرنے کے یقین کے ساتھ گھبرائے سے، داہنی جانب غسل خانے کی طرف مڑ گئے۔ اندر داخل ہوئے تو انہیں ایک نل ادھ کھلا نظر آیا۔ انھوں نے نل بند کر دیا اور واپس پلٹنے لگے۔ گویا وہ نل بند کرنے کے لیے ہی اندر آئے ہوں، مگر اگلے ہی پل نل کھول کر ہاتھ دھونے لگے۔ لِکوِڈ سوپ کا رنگ جنگلی گلاب کے نسبتاً چھوٹے پھولوں سا گلابی تھا اور اس میں سرخ دھاریاں سی بھی تھیں۔ زیرے کے قریب جنگلی گلاب بھی سرخی مائل گلابی ہوتے ہیں۔ درگا راؤ کو خیال آیا اور وہ کچھ لمحے ہاتھ دھوتے رہے۔ پانی کے لمس نے ان کو شعور کی کسی سطح پر راحت سی عطا کر دی تھی۔ غسل خانہ جنگلی گلابوں کی خوشبو سے معطر سا معلوم ہوا تو وہ باہر نکل آئے۔

سامنے اب بھی لڑکیاں خراماں خراماں چل رہی تھیں۔ بس ذرا سا ہی آگے۔ درگا راؤ کو محسوس ہوا جیسے وہ مڑ کر انہیں دیکھنے والی ہیں۔ وہ واپس غسل خانے کی طرف پلٹے۔

مگر وہ کیسے پہچانتے کہ وہ لڑکیاں وہی تھیں یا اور....لڑکیوں کا چہرہ تو دوسری طرف تھا...لیکن انھوں نے پہلے والی لڑکیوں کا چہرہ بھی کہاں دیکھا تھا...

درگا راؤ سوچنے لگے۔

یہ میں کیا سوچ رہا ہوں.... ہاں....ایک لڑکی نے اپنے ایک کندھے پر دو غنچے 'ٹیٹو' کروا رکھے تھے۔ ایک اور لڑکی کی ہری ٹی شرٹ کے پیچھے پیلی سی تحریر تھی

I owe no explanations for my mistakes.....

درگا راؤ مسکرائے۔ انھوں نے دفعتاً خود کو آئینے میں دیکھا۔ پھر ذرا آگے کو جھک کر اپنے چہرے کو بغور دیکھنے لگے۔ انھیں سُرمئی کی تھرکتی پتلیاں اپنے چہرے پر رقص سا کرتی نظر آئیں۔ انھیں خیال آیا کہ بلبل نے بھی انھیں پلٹ کر معصومیت سے دیکھا تھا۔

فن کار، فن شناس، انٹیریئر ڈیزائنز اور جیومیٹریکل ڈیزائنز کے ماہر درگا راؤ نے شاید زندگی میں پہلی بار اپنے چہرے کا تنقیدی جائزہ لیا۔

انھوں نے دیکھا کہ ان کے سانولے سلونے چہرے پر کچھ کچھ سفید اور کالے گھنگھریالے بال ماتھے کی چوڑائی کو ہمیشہ کی طرح حاشیہ دے رہے تھے۔ اس کے آگے ان کی کچھ بھاری سے پردۂ چشم والی آنکھیں ہمیشہ کی طرح چمکتی سی تھیں۔ پھر ان کی کچھ گول سی ناک، چہرے پر حسبِ سابق مطمئن بیٹھی تھی۔ مونچھیں ان کے بالائی ہونٹ کے اوپر کچھ دنوں سے ٹھہری بالکل اجنبی نہیں لگ رہی تھیں۔ ٹھوڑی کی طرف دیکھنے لگے تو دل میں وہی تاثر پیدا ہوا جس نے درگا راؤ کو برسوں سے بے چین رکھا تھا۔ ان کا 'جیومیٹری ایکسپرٹ' ذہن کبھی کبھار سوچتا ضرور تھا کہ کہیں کسی تصحیح کی ضرورت ہے، شاید، مگر ان کی سمجھ میں سبب نہیں آتا تھا کہ وہ اس چہرے کو برسوں سے دنیا بھر کی اپنائیت کے ساتھ دیکھتے آئے تھے۔ اسی چہرے کے سبب انھیں ان کے اپنوں نے محبتیں دی تھیں۔ یہی چہرہ ان کا قریب ترین ساتھی اور ان کی شخصیت کا سب سے زیادہ مانوس حصہ تھا۔ دوست احباب اور ساتھی اسی چہرے کے ساتھ عزت اور خلوص سے پیش آتے رہے تھے۔ ان کی زندگی اپنی پسند کے کام کاج میں خاموش اور پرسکون ندی کی طرح گزرتی رہی تھی۔ یہاں تک کہ ان کا بیاہ ہو گیا تھا۔ مستقبل کے خوبصورت خواب ذہن میں گھر بنانے لگے تھے۔ وہ ہمیشہ کی طرح منصوبہ بند اور کامیاب طریقے سے انہیں عملی جامہ پہنانے والے تھے۔ ان کا دماغ کبھی کسی پیچیدگی سے دوچار نہیں ہوا تھا۔ انہیں اپنی سوچ کے مثبت دھارے نے ہمیشہ متوقع کام کی تکمیل سے ملوایا تھا۔ سب کچھ ایک ٹھہری ٹھہری سی روانی سے چل رہا تھا کہ سری لتا نے اچانک اس ٹھہراؤ میں ہلچل مچا دی۔ درگا راؤ نے سوچا اور سجی ہوئی مونچھوں کے آگے اپنے ہونٹوں کو دیکھا جو آج کسی ترشے ہوئے عقیق کے جوڑے کی طرح چمک رہے تھے.... اور دہانے کے اطراف سیاہ اور سفید گھونگھریالے بالوں والی بڑھی ہوئی داڑھی، نسبتاً مبہم ٹھوڑی کو ڈھکتے ہوئے چہرے کو ایسی مکمل شکل عطا کر رہی تھی کہ کہیں تصحیح کی گنجائش باقی نہ تھی۔ درگا راؤ کچھ دیر یونہی اپنے چہرے کو تاکتے رہے۔ پھر پتلون کی پچھلی جیب سے چھوٹا سا کنگھا نکالا اور ہمیشہ کی طرح ماتھے سے باہر کی طرف بال سنوارے۔ اس کے بعد انھوں نے پہلی بار اپنی داڑھی پر کنگھا کیا، دھیمے دھیمے اچھی طرح سنوارنے کے انداز میں۔ پھر وہ یکایک مسکرا دیے۔ ان کی مسکراہٹ ہمیشہ کی طرح دانت نمایاں کرنے والی تھی، مگر آج نئے متناسب چہرے پر سجی ہنسی پر ان کا دل بھی ہنس دیا۔ ہنسی ہونٹوں پر ٹھہر سی گئی۔

سری لتا۔ تھینک یو....

انھوں نے زیرِ لب کہا اور فیصلہ کر لیا کہ کافی پینے وہ کہیں باہر نہیں جائیں گے۔

◆◆◆